نقد واستدراک

مولانا ابوالکلام آزاد

(۱)

مکرمی جلال الدین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ فقہ اکیڈمی کے حیدرآباد کے سیمینار میں نہیں آئے اور آپ سے ملاقات نہ ہونے کا افسوس تو رہا ہی لیکن اس تعلق سے ایک شکایت بھی ہے۔ جس پر تفصیلی گفتگو مطلوب ہے۔ جو کبھی زبانی ہی ہو سکے گی۔ دیکھئے اس کا موقع کب ملتا ہے؟

میں سیمینار سے فارغ ہو کر راجپور چلا گیا تھا۔ وہاں سے ۱۶ ارکو یہاں واپس ہوا تو تحقیقات کا اپریل۔ جون کا شمارہ آیا ہوا تھا۔ ماشاءاللہ اس کا معیار بلند ہوتا جا رہا ہے مضامین میں تنوع اور لکھنے والوں کا دائرہ وسیع ہوتا جا رہا ہے۔ آپ کا 'حرفِ آغاز' تو خاصے کی چیز ہوتا ہی ہے۔ (گو اس دفعہ کے شذرات اور ان کے عنوان میں کچھ اچھا معنوی ربط محسوس نہیں ہوا۔)

اب خوگر حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لیجیے۔ اس کا موضوع ہے عبدالمغنی صاحب کا مضمون "مولانا ابوالکلام آزاد کی عظمت" میری سمجھ میں نہیں آتا کہ پروفیسر اقتدار حسین کا مضمون اور پھر ڈاکٹر سید عبدالباری صاحب کا نہایت اعلیٰ درجہ کا مضمون شائع کرنے کے بعد اس مضمون کے شائع کرنے کی کیا تک تھی؟ اس لیے کہ یہ میرے خیال میں تحقیقات کے معیار سے فروتر ہے۔

صاحب مضمون نے آغاز مولانا آزاد کی وفات پر مولانا مودودیؒ کے تعزیتی پیغام کے اس فقرہ سے کیا ہے کہ "مولانا آزاد ایک اعلیٰ ظرف کے انسان تھے" سوال یہ ہے کہ کسی کو اعلیٰ ظرف انسان تسلیم کرنے کے یہ معنی کیسے ہو سکتے ہیں کہ "ایک انسان اور عالم دین کی حیثیت سے مولانا مودودی کی نگاہ میں مولانا آزاد کی قدر اتنی زیادہ ہے کہ انھوں نے مولانا آزاد کو ایک اعلیٰ ظرف کا انسان تسلیم کیا" عالی ظرفی کی صفت عالم دین ہونے کو کب سے متلزم ہو گئی؟ اسی قضیہ پر عبدالمغنی صاحب نے اپنے مضمون کی بنیاد

رکھی ہے۔

صفحہ ۸۹ پر عبدالمغنی صاحب نے لکھا ہے کہ "مولانا مودودی نے بھی مسلم لیگ کی قرارداد مقاصد کی ترتیب میں تعاون کیا" میں نہیں کہہ سکتا کہ اس قرارداد مقاصد سے کون سی قرارداد مراد ہے۔ تاریخ میں جو قرارداد مقاصد (Objective Resolution) معروف اور مشہور ہے وہ تو وہ ہے جو پاکستان بن جانے کے بعد ۱۹۴۹ء میں علماء پاکستان کی مشترکہ کوششوں اور ان کے زبردست دباؤ سے پاکستان کی مجلس دستور ساز نے منظور کی جس کے ذریعہ بقول مولانا مودودیؒ حکومت پاکستان کا قبلہ متعین ہوا" اور علماء کی اس تحریک کے سرخیل مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا مودودی مرحومین تھے۔ میں نے اس کے علاوہ کسی اور قرارداد مقاصد کے بارے میں کہیں نہیں پڑھا۔ یہ وہی قرارداد مقاصد ہے جو جب منظور ہوگئی تھی تو دستور کے ابتدائیہ Preamble کے طور پر اسے دستور میں ٹانکا گیا تھا۔ لیکن بعد میں ضیاء الحق مرحوم نے اپنے دورِ صدارت کے آخر میں اسے جزو دستور (غالباً دفعہ ۲) بنا دیا۔

اس سلسلے میں مجھے یہ بھی یاد آتا ہے کہ ریڈینس کے لیے اپنے ایک مضمون میں بھی عبدالمغنی صاحب نے قرارداد مقاصد کا ۱۹۴۹ء کے سیاق سے ہٹ کر تذکرہ کیا تھا۔ اتفاق سے اس مضمون کے وصول ہونے کے بعد جلدی ہی وہ دہلی آئے اور مجھ سے ملاقات ہوئی تو میں نے اس بارے میں ان سے گفتگو کی گو وہ پوری طرح قائل نہیں ہوئے لیکن میں نے ان کے مضمون میں اس مقام پر مناسب تبدیلی کر کے ہی مضمون کو ریڈینس میں شائع کیا تھا اور اس پر انھوں نے کوئی احتجاج نہیں کیا۔

صفحہ ۹۰ کا دوسرا پیراگراف جو "اس تناظر میں یہ بلا شبہ مولانا آزاد کی بصیرت و عزیمت کی دلیل ہے ...." سے شروع ہو کر صفحہ ۹۱ پر "جس کے نادان طلباء نے کبھی ان کے ساتھ انتہائی بدتمیزی کی تھی" پر ختم ہوتا ہے کوری عقیدت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اس پیراگراف میں جتنے دعوے ہیں وہ سب بلا دلیل و ثبوت اور نری لفاظی ہیں جن کے لیے نہ تو کوئی ثبوت دیا گیا ہے اور نہ ہی مولانا آزاد پر جو کچھ مواد اب تک شائع ہوا ہے اس میں کہیں ان کی تائید میں کوئی ثبوت ملتا ہے اور سب سے زیادہ مضحکہ خیز تو یہ دعویٰ ہے کہ "انھوں نے اس علی گڑھ مسلم یونیورسٹی تک کے تحفظ کا سامان کیا، جس سے ایک زمانہ میں ان کو نظریاتی اختلاف رہا تھا۔" مرحوم نے جس طرح اس یونیورسٹی کے تحفظ کا سامان کیا اس کا زندہ جاوید ثبوت علی گڑھ